اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

بخاری شریف

مرغوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ اول



علامہ حافظ محمد عبدالرحمن بن نواز

فاضل بھیرہ شریف

ملنے کا پتہ

جامع مسجد نوری محلہ نور پورہ سمبڑیال

0336-4993012

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

بخاری شریف

مرغوبات نبوی ﷺ

حصہ اول

علامہ حافظ محمد عبدالرحمن ابن نواز

فاضل بھیرہ شریف

ملنے کا پتہ جامع مسجد نوری محلہ نورپورہ سمبڑیال

0336-4993012

صلی اللہ علی حبیبنا سیدنا محمد و آلہ وسلم

کتاب ______ مرغوبات نبوی ﷺ

مصنف ______ حافظ علامہ محمد عبدالرحمن ابن نواز
فاضل بھیرہ شریف

تعداد ______ 1100

سنِ اشاعت ______ مارچ 2025

ملنے کا پتہ

جامع مسجد نوری محلہ نور پورہ سمبڑیال
0336-4993012

مکتبہ مہریہ رضویہ جامکے روڈ، ڈسکہ
0300-6428145

﴿فہرست﴾

☆☆☆☆☆☆☆

انتساب

میرا قلم لڑکھڑانے لگا ہے۔ میرے ذہن میں ناموں کا انبار لگنے لگا ہے کہ میں اپنی اس حقیری کاوش کو کس کے نام سے منسوب کروں، کیونکہ میری ہستی کو وجود دینے والے بھی ہیں، میرے قدم قدم پہ رفاقت نبھانے والے بھی ہیں، مجھے زمین کی پستیوں سے اٹھا کر رفعتوں اور بلندیوں کی منازل طے کروانے والے بھی ہیں۔ الغرض میرے ماں باپ،، بہن بھائی، اُساتذہ اور دوست احباب سب ہیں مگر اس ادنیٰ سی کاوش کو کس کے نام سے منسوب کروں؟ آخر کار ذہن کے دریچوں سے یہ صدا آئی کہ ان ہستیوں کے نام کروں جنہوں نے مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، میری ہر تکلیف پر جن کا دل گھبرایا، میری خوشی کی خاطر جنہوں نے ہر مصیبت کو گلے لگایا، میرے مشفق میری ہر خواہش کو پورا کرنے والے، میرے پیارے والدین کہ جن کی بے پناہ شفقتوں کی وجہ سے میں اس قابل ہوا، اور اپنے عظیم اُساتذہ کے نام جن کی ہر بات میرے لیے اندھیری رات میں چراغ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جنہوں نے میری ہر طرح سے تربیت فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنے علم کے سمندر سے کچھ قطرے بھی عنایت فرمائے۔ اللہ رب العزت ان کی محبتوں اور شفقتوں کو دوام بخشے اور میرے والدِ گرامی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

از:

حافظ محمد عبد الرحمن بن محمد نواز

فاضل بھیرہ شریف

تقریظ جلیل

استاذی واستاذ العلماء منظورِنظر ضیاء الامت علامہ مولانا ظہور احمد بردہی زید مجدہ

عزیز مکرم علامہ محمد عبدالرحمن نواز نے سرکارِ پاک صاحب لولاک ﷺ کی چیدہ چیدہ احادیث جمع کی ہیں اور اُن کا نہایت آسان سلیس اور پُر مغز ترجمہ کیا ہے۔ پڑھ کر دل بہت خوش ہوا ہے۔ شاید عزیزِ مکرم کی یہ پہلی کاوش ہے جو اس بات کی غماز ہے کہ اب یہ قلم چلا ہے تو چلتا ہی رہے گا اور عزیزِ مکرم اپنے قلم کے شہپاروں سے امتِ مسلمہ کو فیض یاب کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ علامہ صاحب کے علم و عمل، فضل و درجات میں مزید بلندی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین

احقر العباد ظہور احمد بردہی

دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ

تقریظ جلیل

حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ محمد انور رضوی صاحب

ناظم جامعہ اسلامیہ قادریہ سمبڑیال

حامدا و مصلیا و مسلما!

اللہ عزوجل کے بعد سب سے محبوب ترین ہستی حضور خاتم النبیین محبوب رب العالمین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور اصول ہے کہ محبوب کی محبوب چیز بھی محبوب ہوتی ہے، لہٰذا ہر وہ چیز جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبوب اور پسندیدہ ہے اس سے محبت کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، چاہے اس چیز کا تعلق انسانوں سے ہو یا جمادات و نباتات یا کسی بھی جنس یا نوع سے ہمارے لیے اس سے محبت کرنا ایمانی تقاضا ہے۔

فاضلِ جلیل عزیزم علامہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب چشتی عمر فیوضہ جوان سال فضلاء میں سے ہیں۔ فنِ تدریس، فنِ خطابت، فنِ حدیث کے ساتھ ساتھ فنِ کتابت میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ اصولِ حدیث میں ان کی جہدِ مسلسل قابلِ تعریف ہے۔

مولانا نے کتاب ہذا تصنیف فرما کی بہت بڑی سعادت حاصل کی ہے۔ ماشاء اللہ کتاب میں آقا ﷺ کی پسندیدہ اشیاء، شخصیات اور اعمال وغیرہ والی احادیث کو جمع کر کے ایک منفرد کام سرانجام دیا ہے اور اہلِ عشق و محبت، عوام و خواص کو ایک علمی و ایمانی اور روحانی دسترخوان مہیا کیا ہے۔

اللہ عزوجل اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لیے مفید بنائے اور مولانا حافظ عبدالرحمٰن چشتی صاحب زید مجدہ کی اس سعیِ جمیلہ کو قبول فرمائے۔

محمد انور رضوی

22 شعبان المعظم 20 فروری 2025

تقریظ جلیل

محترم علامہ محمد صدیق مجید مجددی صاحب

مہتمم دار العلوم محمدیہ غوثیہ موترہ

نبی کریم ﷺ کی پسند ہر مسلمان کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اسی معیار پر اس کی کامیابی کا انحصار ہے۔ اگر آپ ﷺ پر ایمان لانے والے آپ ﷺ کے پسندیدہ کام کریں گے تو اللہ و رسول عزوجل و ﷺ ان سے راضی اور خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو مزید نعمتوں اور بھلائیوں سے نوازے گا۔

زیرِ نظر کتاب "مرغوباتِ نبوی ﷺ" فاضل نوجوان علامہ مفتی حافظ محمد عبدالرحمٰن بن نواز صاحب کی تصنیف ہے۔ مصنف موصوف نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی پسند کی اس طرح وضاحت کر دی ہے کہ جس طرح صحیح احادیثِ مبارکہ میں ان کا ذکر آیا ہے اور مصنف نے کوشش کی ہے کہ منتخب کی گئی احادیث میں کوئی ضعیف، منکر اور موضوع روایت شامل نہ ہونے پائے۔ انہوں نے ان احادیث کی وضاحت کرنے اور ہر ہر موضوع کو باسلوب احسن واضح کرنے کے لیے انداز نہایت آسان اور دلکش اختیار کیا ہے۔ کتابِ ہذا اردو ادب کی چاشنی سے یوں لبریز ہے کہ پڑھنے والے کا دل کرتا ہے کہ شروع کرے تو مکمل کر کے ہی دم لے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اہلِ ایمان کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور مصنف کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

محمد صدیق مجید مجددی

فاضل بھیرہ شریف

22 فروری 2025 بروز ہفتہ

............ابتدائیہ............

اللہ رب العزت نے جب سے اس دنیا میں انسان کی تخلیق کا آغاز فرمایا، اس وقت سے آج تک ہر دور میں ایسے نفوسِ قدسیہ موجود رہے ہیں جو اللہ رب العزت کی محبت کو حاصل کرنے کی جد وجہد میں مصروف رہے ہیں۔ جیسے فرمایا گیا ہے کہ: مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے محبت کرے۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے کہ قبل از اسلام وہ کون سے طرق تھے کہ جن کے ذریعے اس دولت کو حاصل کرنے کی سعی کی جاتی تھی، لیکن جب آفتابِ اسلام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا تو اپنی ضوفشانیوں سے متلاشیانِ محبتِ الٰہی کی یوں راہنمائی فرمائی:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

(آل عمران:31)

﴿ترجمہ﴾......اے محبوب! آپ انہیں فرمادیں کہ اگر تم اللہ رب العزت سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو، اللہ رب العزت تم سے محبت فرمائے گا۔

یعنی محبتِ الٰہی کا حصول تب ہی ممکن ہے جب محبوبِ رب العالمین کی پیروی کی جائے۔ اللہ رب العزت نے اپنی محبت کے حصول کے لیے تمام مخلوق پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں۔ امام احمد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر موسیٰ تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لیے کوئی امر جائز نہ ہوتا۔

(تبیان القرآن، ج1۔ ص118)

اتباع کا مطلب ہے پیروی کرنا۔ انسان اسی کی پیروی کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔ جس سے محبت نہ ہو اس کی پیروی نہیں کی جاتی ۔ مذکورہ بالا آیت کا یہ مفہوم واضح ہوگیا ہے کہ مجھ (خداعزوجل) سے محبت کرنے والو! پہلے میرے محبوب سے محبت کرو اور پھر اس محبت کے نتیجہ میں یا اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ان کی اتباع کرو تو تمہیں محبتِ الٰہی نصیب ہو جائے گی۔

ایمان کی دولت بھی محبتِ مصطفٰی ﷺ میں پنہاں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"
(صحیح البخاری 1/12)

علامہ قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کو خوب جان لو کہ جو شخص جس کی محبت رکھتا ہے وہ اس کو اختیار کر لیتا ہے اور اسی کی موافقت کرتا ہے ورنہ وہ اس کی محبت میں صادق نہیں جس کی وہ محبت کا دم بھرتا ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی محبت میں وہ سچا ہے جس پر اس کی علامتیں ظاہر ہوں۔

جب مُحِب پر محبوب کی محبت غالب آ جاتی ہے تو پھر اس مغلوب الحالی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کو طبعاً وہی چیز پسند آتی ہے جو محبوب کو پسند ہو اور اس چیز سے ذاتی نفرت ہو جاتی ہے جس سے محبوب کو نفرت ہو۔

آئندہ سطور میں ہم محبوبِ دو جہاں ﷺ کی پسند کا ذکر کریں گے تا کہ محبتِ الٰہی کے حصول کا شوق رکھنے والے احباب ان سے مستفیض ہوسکیں۔

پسندیدہ کلمات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ ، اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ

صحیح مسلم (2072/4)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

﴿راوی کا تعارف﴾

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہے۔ لقب دوسی ازد کی اولاد، دوس بن عدنان کی طرف منسوب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تقریباً ۷ ہجری کو اسلام قبول کیا۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ: آپ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو یاد کرنے والے تھے، حضور ﷺ نے ان کو دعا دی تھی کہ آپ مؤمنین کے محبوب ہو جائیں، آپ کا اسلام حدیبیہ اور خیبر کے درمیان ہے (یعنی ان کے درمیان اسلام قبول کیا)، آپ ہجرت کر کے مدینہ آئے اور (اصحابِ) صفہ میں رہنے لگے۔

آپ رضی اللہ عنہ مومنین کے محبوب ہیں جس کا ذکر امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 852ھ) نے آپ ہی کی زبانی اپنی سند سے کیا ہے: ابو کثیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ نے کوئی مومن ایسا پیدا

نہیں کیا جو میری بات سنے اور نہ مجھے دیکھے مگر یہ کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ابو کثیر نے کہا: آپ اس بارے میں کیسے جانتے ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری ماں مشرکہ تھی، میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا تھا مگر وہ انکار کر دیتی تھیں۔ ایک دن میں نے ان کو (حسب سابق) دعوت دی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ بُرا کہا جو مجھے ناپسند تھا۔ میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے۔ میں دوڑتا ہوا وہاں سے (گھر کی جانب) نکلا۔ (پہلے) دروازہ خشک تھا مگر (اب) میں نے پانی کی آواز سنی (میری ماں وضو کر رہی تھیں)۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور کہا: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمد ا رسول اللّٰہ۔ میں واپس ہوا اور میں خوشی سے رو رہا تھا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ میں اور میری والدہ مومنین کے محبوب بن جائیں، پس رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

ایک شخص حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور (کسی چیز کے بارے) سوال کیا۔ آپ نے فرمایا:

تم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔ (کیونکہ) ایک دفعہ میں، ابو ہریرہ اور ایک شخص مسجد میں بیٹھے اللہ کا ذکر اور دعا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: جو دعا تم کر رہے تھے وہ پھر کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں میں نے اور میرے ساتھی نے دعا کی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری دعا پر آمین کہا۔ (اس کے بعد) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ: اے اللہ جو میرے ساتھیوں نے مانگا میں وہ بھی مانگتا ہوں اور ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو کبھی نہ بھولنے والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے آمین کہا۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم بھی آپ سے ایسے علم کا سوال کرتے ہیں جو نہ بھولنے والا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ دوسی لڑکا تم سے سبقت لے گیا ہے۔

السنن الکبری للنسائی (374/5)

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مکثرون فی الحدیث (وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جن سے مروی روایات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے) میں ہوتا ہے بلکہ آپ ان کے سرخیل ہیں۔ آپ سے رسول اللہ ﷺ کی 5874 احادیث مروی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے اور یہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی دعا تھی جس کا ذکر آپ خود کرتے ہیں کہ: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے کثرت سے احادیث سنتا ہوں (لیکن) بھول جاتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلا دی۔ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (فیضان) کا چلو بھر کر ڈالا۔ پھر فرمایا: اس چادر کو اپنے سینے سے لگالو۔ میں نے اپنے سینے سے لگا لیا، اس کے بعد مجھے کوئی چیز نہ بھولی۔

صحیح البخاری (35/1)

آپ رضی اللہ عنہ کو مصطفی کریم ﷺ سے وہ فیضان نصیب ہوا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا جو تادمِ آخر قائم و دائم رہا۔

ابوزُعیزِعہ جو کہ حاکمِ وقت مروان کے کاتب (لکھنے والے) تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو (احادیث سننے کی غرض سے) بُلا بھیجا۔ وہ آئے اور احادیث بیان کرنا شروع کیں۔ مروان نے مجھے آپ کی مسند کے پیچھے بٹھا دیا۔ میں نے وہ تمام احادیث لکھ لیں۔ ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بُلا بھیجا اور (ان احادیث کے بارے) آپ سے پوچھا، اور مجھے حکم دیا کہ میں ان لکھی ہوئی احادیث پر نظر رکھوں۔ آپ نے وہ تمام احادیث مِن وعَن سنا دیں کہ ایک حرف بھی نہ بدلا۔

الاصابہ فی تمییز الصحابہ

امام عسقلانی نے حضرت طلحہ کے حوالے سے نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ: جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے احادیث سنی ہم نے بھی سنی، لیکن ہم بھول گئے اور انہوں نے (تا دمِ آخر) ان کو یاد رکھا۔

الاصابہ فی تمییز الصحابہ

جس طرح آپ احادیث کو یاد کرنے میں انتہائی محنت کرتے تھے، اسی طرح آپ عمل میں بھی محنت و مشقت کرتے تھے۔ حضرت ابوعثمان النہدی فرماتے ہیں کہ: میں سات مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا۔ آپ نے اپنی بیوی اور خادمہ کے ساتھ رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا کہ ایک حصہ ایک جاگتا اور دوسرا سوتا تھا۔

علامہ ابنِ سعد، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر روز بارہ ہزار مرتبہ تسبیح کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنے گناہوں کے برابر تسبیح

کرتا ہوں۔(آپ کا یہ فرمانا بطورِ عند اللہ عاجزی وانکساری تھا)

آپ رضی اللہ عنہ رب العزت سے دعا کرتے تھے کہ: یا اللہ میں ساٹھ (۶۰) ہجری سے پناہ مانگتا ہوں۔آپ تقریباً ۵۹ھ کو اس دارِ فنا سے دارِ بقا کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔

﴿تشریح حدیث﴾

سرکارِ دوعالم ﷺ کو یہ کلمات دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ان کلمات کی احادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے اور یہ کلمات اللہ رب العزت کو بھی بہت زیادہ محبوب ہیں،چونکہ محبوبِ خدا (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں ہی ربِ محمد (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفِ لطیف "ریاض الصالحین" میں مسلم شریف کے حوالہ سے حدیث نقل کی ہے کہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلام نہ بتاؤں جو اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔بے شک اللہ رب العزت کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کلام "سبحان اللہ و بحمدہ" ہے۔

(ریاض الصالحین، کتاب الاذکار، باب فضل الذکر والحث علیہ)

اول الذکر حدیثِ پاک کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شبہے کا ازالہ کیا ہے،جس کا یہاں ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا،فرماتے ہیں:

خیال رہے کہ "ما طلعت علیہ الشمس" (جس پر سورج طلوع ہو) سے مراد ساری دنیا ہے۔ زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان کی چیزیں۔ رہا قرآن و حدیث اور ہماری عبادات وغیرہ تو یہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں، نہ ان میں دنیا ہے۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی سورج طلوع ہوتا ہے اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

اللہ رب العزت نے قرآنِ مقدس میں اپنے ذکر کو بڑا کہا ہے، فرمایا:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

(سورہ العنکبوت۔45)

جب ذکر اللہ بڑا ہے تو اس کے کرنے والے کا درجہ اور مقام بھی بہت بلند ہے۔ ویسے تو احادیث میں بہت سارے اذکار کی فضیلت آئی ہے، مگر ہم صرف انہی چار الفاظ کی فضیلت والی چند احادیث ذکر کرتے ہیں:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کا کلمہ میزان کو بھر دے گا اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کے کلمات زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ کو (ثواب سے) بھر دیں گے۔

(ریاض الصالحین، کتاب الاذکار)

صاحبِ مشکوٰۃ نے مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل کلمات چار ہیں: سبحان اللّٰه، الحمدللّٰه، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ

اور ایک روایت میں یوں ہے: کہ اللہ رب العزت کو پیارے کلمات چار ہیں: سبحان اللّٰه، الحمدللّٰه، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ جس کلمہ سے ابتداء کرو مضر نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا کلام افضل ہے؟ فرمایا: جو اللہ نے اپنے فرشتوں کے لیے منتخب فرمایا: سبحان الله و بحمده

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)

ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب کہ نمازِ فجر پڑھی اور وہ اپنی مسجد میں تھیں، پھر دوپہر کے بعد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) واپس ہوئے وہ وہاں ہی بیٹھی تھیں۔ فرمایا: کیا تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں تمہیں چھوڑ گیا تھا؟ عرض کیا: ہاں! تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھ لیے، اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تولا جائے جو تم نے سارے دن میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں: سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه و مداد كلماته۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)

☆☆☆☆☆☆

.... پسندیدہ نماز ....

اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا، حَدَّثَتهُ قَالَت: لَم يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهرًا اَكثَرَ مِن شَعبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَقُولُ: "خُذُوا مِنَ العَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا وَاَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَا دُووِمَ عَلَيهِ وَإِن قَلَّت، وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيهَا"

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ (تقریباً) شعبان کا پورا مہینہ روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے: اتنا عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ رب العزت جزا دینے سے نہیں اکتا تا حتٰی کہ تم عمل کرنے سے اکتا جاؤ اور نبی کریم ﷺ کو محبوب نماز وہ تھی جس پر دوام اختیار کیا جاتا اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہو۔ آپ ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو اس پر دوام اختیار فرماتے۔

(صحیح البخاری 3/38)

﴿راوی کا تعارف

ام المؤمنین، ام عبداللہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہم۔ آپ کی کنیت رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر کے نام پہ رکھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہجرت سے نو سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ صغرسنی میں ہی آپ نے اسلام قبول کیا اور آپ تقریباً اٹھارویں یا انیسویں

نمبر پر مسلمان ہوئیں۔ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور ﷺ کو خواب میں سبز ریشمی کپڑے میں لپٹی سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دکھائی گئیں اور فرمایا گیا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں۔اللہ رب العزت نے آپ رضی اللہ عنہا کو بہت ہی پختہ حافظہ،علم،فقاہت اور صواب رائے عطا فرمایا تھا۔

وقال عروة: ما رايت احدا اعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ،طب اور اشعار میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(اسد الغابۃ 7/186)

آپ کا شمار مُکثّرُون فی الحدیث میں ہوتا ہے۔آپ سے 2210 احادیث مروی ہیں۔آپ سے حضرت عمر بن خطاب اور کثیر صحابہ اور بے شمار تابعین رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔آپ نے ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ ھ کو مدینہ پاک میں وصال فرمایا۔آپ کی وصیت کے مطابق رات کو آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔مدینہ پاک کے باسی کہتے ہیں کہ ہم نے اس رات سے زیادہ کبھی بھی اتنے لوگ رات کو نہیں دیکھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

تشریح

اس حدیث میں نماز سے مراد نفلی نماز ہے۔نفلی نماز کوئی بھی جب حضور ﷺ شروع کرتے تو اس پر ہمیشگی اختیار فرماتے اور آپ ﷺ ہمیشہ پڑھی جانے والی نماز کو پسند فرماتے اگرچہ وہ رکعات کے اعتبار سے تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابو صالح سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل پیارا تھا؟ ان دونوں نے فرمایا: جس پر ہمیشگی کی جائیا گر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

پس مستحب یہ ہے کہ مسلمان افراط وتفریط کے بغیر جس نفلی نماز (چاشت، اشراق، تہجد، اوابین وغیرہ) کو شروع کرے تو کوشش کرے کہ ان کو باقاعدگی سے ادا کرے اور نماز کو چھوڑنا انتہائی نہ پسند جانے اگر چہ وہ فرض نہ بھی ہو۔

مذکورہ بالا حدیث پاک کے پیشِ نظر اتنی ہی مشقت کرے جتنی کہ وہ برداشت کرسکتا ہو، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ رب العزت جزا دینے سے نہیں اکتاتا حتیٰ کہ تم عمل سے اُکتا جاؤ۔

اللہ رب العزت بھی اس عمل کو پسند فرماتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے؟ سرکارِ دو علم نے فرمایا:

"اَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ" جس پر زیادہ دوام اختیار کیا جائے اگر چہ وہ قلیل ہو۔

صحیح مسلم (541/1)

یہ بات لازمی ذہن میں رہے کہ نفلی نمازوں اور کثرت سے دیگر نوافل پڑھنے سے روکنا قطعاً ہمارا مقصد نہیں، یہ نا قابلِ تعریف امور میں سے ہے۔ بلکہ ہماری مراد اس افراط وتفریط سے روکنا ہے جو نفسی اکتاہٹ اور نفلی عبادات میں اس زیادتی کی طرف لے جاتے ہیں جو ان سے افضل (فرض عبادت) کو چھوڑ دینے کا ذریعہ بنیں یا

واجب عبادات کو ان کے وقت سے ہی نکال باہر کرے۔ جیسے کہ وہ آدمی جو ساری رات نماز پڑھتا رہا اور نیند پر اس نے غلبہ حاصل کیے رکھا مگر آخر رات میں نینداس پر غالب آ گئی اور وہ فجر کی نماز با جماعت پڑھنے سے رہ گیا یا پھر فجر کی ادائیگی کا وقت ہی نکل گیا۔ دیر سے نماز پڑھی یا پھر بالکل سورج نکل آیا تو فرض نماز کا وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔

.... نماز کو وقت پر ادا کرنا

بخاری شریف کی ایک طویل حدیثِ پاک جس میں مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر کا ذکر ہے، اس میں مذکور ہے کہ:

وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ

نبی کریم ﷺ اس جگہ نماز پڑھنا پسند کرتے تھے جہاں نماز کا وقت ہو جائے۔

صحیح البخاری (1/94)

تعارفِ راوی ﴿

آپ کا نام انس بن مالک بن نضر نجاری انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مکثرون فی الحدیث میں ہوتا ہے۔ آپ سے 2286 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور مدینہ پاک تشریف لائے اس وقت میں دس سال کا تھا اور ان بچوں میں تھا جو آپ ﷺ کی مدینہ آمد پر گلیوں میں دوڑتے تھے اور "جآء محمد ﷺ" کا نعرہ لگاتے تھے۔

دلائل النبوۃ للبیہقی (2/507)

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری والدہ حضرت امِ سُلیم رضی اللہ عنہا مجھے حضور کے

پاس لائیں اور عرض کی کہ اس غلام کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمائیں تو حضور ﷺ نے مجھے قبول فرمایا۔ انہوں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔ حضور ﷺ ان کے ساتھ مزاح فرمایا کرتے تھے اور ان کو "یا ذا الاُذنین" (اے کانوں والے) کہتے تھے۔ غزوہ بدر میں آپ بچے تھے مگر خادمِ رسول کی حیثیت سے ساتھ چلے گئے۔ آپ بدر سمیت آٹھ غزوات میں شریک ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! انس کے لیے دعا فرمائیے۔

حضور ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! انس کی اولاد اور مال میں کثرت اور برکت عطا فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پوتے پوتیوں کے علاوہ ایک سو پچیس (125) بچے دفن کیے اور میرا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا، آپ کے باغ سے کستوری کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

آپ نے ۹۳ھ کو بصرہ میں وصال فرمایا اور آپ بصرہ میں آخری صحابیِ رسول تھے۔ حضرت ثابت بنانی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک ہیں، جب مجھے دفن کرو تو یہ میری زبان کے نیچے رکھ دینا، چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپ کو اسی حالت میں دفن کیا گیا۔

تشریح

مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو تین کاموں میں جلدی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، جن میں سے ایک یہ ہے

کہ: جب نماز کا وقت ہو جائے تو اس کی ادائیگی میں تاخیر مت کرو۔

اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اپنے مقررہ وقت پر۔

{ النساء:103 }

اس آیت کے تحت حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے جو لکھا ہے اس کا یہاں ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

فرماتے ہیں: ''نماز کے متعلق یہاں دو خصوصیتوں کا ذکر فرمایا ''کتابا'' اور ''موقوتا'' کتاب کا مطلب تو یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی تم پر فرض ہے تمہاری مرضی پر اس کا انحصار نہیں کہ موج میں آئے تو ادا کر لی اور موج میں نہ ہوئے تو چھوڑ دی، بلکہ مالک الملک شہنشاہِ کل جہاں کا تاکیدی حکم ہے اور اس کی ادائیگی تم پر فرض ہے۔ ''موقوتا'' کا معنیٰ ہے کہ اس کی ادائیگی کے اوقات مقرر ہیں، اس لیے ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ (ایک تو نماز فی نفسہ فرض ہے دوسرا اس کو وقت پر ادا کرنا بھی فرض ہے، گویا نبی کریم ﷺ کی یہ وہ پسند ہے کہ جس کا مرتبہ اللہ رب العزت کے ہاں فرض تک پہنچا ہوا ہے۔ راقم) یہ نہیں کہ جب جی چاہا اٹھ کھڑے ہوئے اور دو تین ایک ساتھ پڑھ ڈالیں۔ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی نماز ہمیشہ ملا کر پڑھتا ہے، پہلی دو نمازوں کا نام ظہرین اور دوسری دو نمازوں کا مغربین رکھ دیا ہے۔ انہیں چاہیے کہ خدا سے ڈریں، اس آیت میں غور کریں اور ہر نماز

کو اللہ رب العزت کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ اوقات میں ادا کریں۔ اتنے اہم فریضہ کی ادائیگی میں اپنی مرضی اور منشاء سے کام لینا ان کے لیے روزِ قیامت پشیمانی کا باعث ہوگا۔

قرآنِ مقدس میں ایک مقام پر نماز کو مقررہ وقت کے بعد ادا کرنے پر وعید آئی ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝

پس خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز (کی ادائیگی) سے غافل ہیں۔

{ الماعون:4، 5 }

رسول اللہ ﷺ سے ''هم عن صلاتهم ساهون'' کی تشریح پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ساهون'' وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے مقررہ وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔

(صفوۃ التفاسیر، ج3، ص1554)

نماز کو صحیح وقت پر ادا نہیں کرتے، یونہی بیٹھے گپیں ہانکتے رہتے ہیں اور جب وقت ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے تو تیزی سے اٹھتے ہیں اور تین چار ٹھونگے مار کر فارغ ہو جاتے ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں اس فرض اور حضور ﷺ کی اس پسند پر کاربند فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

.... نفل نماز گھر میں ادا کرنا ....

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاۃِ فِی بَیْتِی وَالصَّلَاۃِ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ: "قَدْ تَرَی مَا أَقْرَبَ بَیْتِی مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَأَنْ أُصَلِّیَ فِی بَیْتِی أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَکُونَ صَلَاۃً مَکْتُوبَۃً

ترجمہ﴾......حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: گھر میں (نفل) نماز پڑھنا اور مسجد میں (نفل) نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میرا گھر مسجد کے کس قدر قریب ہے، اس کے باوجود میں (نفل) نماز مسجد میں پڑھنے کی بنسبت گھر میں پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہوں، البتہ فرض نماز ہو (تو وہ میں مسجد میں ہی جا کر پڑھتا ہوں)۔

(شمائل ترمذی، باب صلاۃ التطوع فی البیت)

راوی کا تعارف﴾

آپ کا نام عبداللہ بن سعد الانصاری القرشی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ بنو امیہ سے تھے اس لیے آپ کو اموی بھی کہا گیا ہے۔ دمشق میں آپ کا قیام تھا۔ آپ جنگِ قادسیہ میں شریک ہوئے اور غالباً اسی میں شہید ہوئے۔

تشریح﴾

رسول اللہ ﷺ نفل نماز گھر میں پڑھنا پسند فرماتے تھے، ہاں البتہ فرض نماز مسجد ہی میں پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث کے آخری لفظ اس پر دال

ہیں اور سابق میں بھی ایک حدیث آئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرض نماز مسجد میں نہ پڑھنے والوں کے لیے سخت برہمی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کی اس پسند اور عمل میں حکمت یہ تھی کہ گھر بھی خیر و برکت سے خالی نہ رہے۔ آپ ﷺ امت کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی مسجد میں نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھر پڑھنے کے لیے رکھ لے کیونکہ اللہ تعالی اس کی نمازوں کی وجہ سے اس کے گھر میں بہتری پیدا کر دے گا۔

(صحیح مسلم،، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد)

ایک دوسری روایت جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ نمازیں اپنے گھروں میں ادا کیا کرو اور ان گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(صحیح مسلم، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد)

جس گھر میں نماز (باقاعدہ) پڑھی جارہی ہو اور اللہ کا ذکر ہوتا ہو، اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہوتا ہو اس کی نبی کریم ﷺ نے زندہ اور مردہ کی سی مثال بیان فرمائی ہے، یعنی ذکر کرنے والا گھر زندہ اور ذکر نہ کرنے والا گھر مردہ۔

(صحیح مسلم، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد)

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے مگر تراویح و تحیۃ المسجد اور واپسی سفر کے دو نوافل کہ ان کو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے اور احرام کی دو رکعتیں کہ میقات (جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے یا بہ نیت عمرہ و حج بغیر احرام ان سے آگے نہیں جا سکتا) کے نزدیک کوئی مسجد ہو تو اس میں پڑھنا بہتر ہے اور طواف کی دو رکعتیں کہ مقامِ ابراہیم

کے پاس پڑھیں اور معتکف (اعتکاف کرنے والا) کے نوافل اور سورج گہن کی نماز کہ مسجد میں پڑھے اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر جا کر کاموں کی مشغولی کے سبب نوافل فوت ہو جائیں گے یا گھر میں جی نہ لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو مسجد ہی میں پڑھے۔

(بہار شریعت، جلد ۱، حصہ چہارم، سنن ونوافل کا بیان)

اگر یہ بھی خطرہ ہو کہ آپ کے فرائض پڑھنے کے بعد گھر آنے پر دوسرے نمازی آپ کے بارے میں سنن ونوافل نہ پڑھنے کا گمان کریں گے تو پھر اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ فرائض سے قبل پڑھی جانے والی سنتیں گھر میں ادا کر لی جائیں اور فرائض اور ان کے بعد والی سنن ونوافل مسجد میں ہی ادا کر لی جائیں کہ اس طرح حدیث پر بھی عمل ہو جائے گا اور اس خطرے سے بھی بچنے کی صورت ممکن ہو جائے گی۔

فجر کی سنتیں

عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ فِي شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ: "لَهُمَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا"۔

صحیح مسلم (502/1)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فجر کے طلوع ہونے کے بعد دو رکعات سنت ادا کرنا مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔

تعارف راوی﴿

آپ کا تعارف اوراق سابقہ میں گزر چکا ہے۔

تشریح﴿

نبی کریم ﷺ فجر سے قبل دو رکعتیں (سنتیں) ہمیشگی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتوں کو کبھی ترک نہ فرماتے تھے۔

نبی دو جہاں ﷺ خود بھی ان کو پڑھتے تھے اور ان کی فضیلت بیان فرما کر امت کو بھی ان کے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فجر کی سنتوں کی دو رکعتوں کا پڑھنا دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان تمام سے بہتر ہے۔

صحیح مسلم (501/1)

﴿رسالتمآب ﷺ کا ان کو پڑھنے کا انداز مبارک﴾

حضور ﷺ ان کو بڑی تخفیف کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ ان کی تخفیف کو بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ صبح کی نماز سے پہلے ہلکی سی دو رکعتیں ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ میں کہتی تھی کہ کیا آپ نے سورۃ الحمد پڑھی ہے؟

صحیح مسلم (501/1)

حضور ﷺ کا ان رکعتوں کو اتنی تخفیف کے ساتھ پڑھنے کے باوجود تمام ارکان صحیح طور پر ادا ہوتے تھے اور ان تمام ارکان کو اطمینان سے ادا فرماتے تھے۔

﴿جناب رسالتمآب ﷺ ان میں کون سی سورتیں تلاوت فرماتے؟﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک ماہ تک نبی کریم ﷺ کی نماز کو غور سے ملاحظہ کرتا رہا۔ آپ صبح کی سنتوں میں "قل

یاایھا الکفرون اورقل ھو اللّٰہ" پڑھتے تھے۔

اگر کسی شخص کی یہ سنتیں رہ جائیں تو پھر ان کو طلوع شمس کے بعد ادا کرے گا۔ طلوعِ شمس سے قبل ان کا ادا کرنا روا نہیں ہے کیونکہ اب یہ مطلق نفل رہ گئی ہیں اور فجر کی نماز کے بعد نوافل ادا کرنے سے آقا کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

.... عشاء کو مؤخر کرنا ....

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ العِشَاءَ، الَّتِي تَدْعُونَهَا العَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالحَدِيثَ بَعْدَهَا

صحیح البخاری (1/115)

نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا پسند فرماتے تھے جسے تم عتمہ کہتے ہو اور عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا نا پسند فرماتے تھے۔

راوی کا تعارف ﴿

آپ کا نام نضلہ بن عبید بن عابد رضی اللہ عنہ ہے۔ اپنی کنیت "ابوبَرزَہ" سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ میں بھی آپ شریک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ابنِ خطل (گستاخِ رسول) کے قتل کا حکم فرمایا تو میں نے ہی اسے قتل کیا جبکہ وہ کعبہ کے پردوں کے نیچے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مُقِلّون فی الحدیث (وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جن سے ایک یا دو احادیث بھی مروی ہیں) میں ہوتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے تقریباً 146 احادیث

مروی ہیں۔

تاریخ اربل (105/2)

آپ رضی اللہ عنہ رات کو وضو کرتے، نماز کے لیے قیام فرماتے اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے تھے۔

سیر اعلام النبلاء (42/3)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک کونڈہ (بڑا برتن) صبح اور ایک شام کو ثرید (عرب کا مشہور کھانا جس میں روٹی کے ٹکڑوں کو شوربے میں بھگو کو نرم کیا جاتا ہے) کا یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کے لیے لے جاتے تھے۔

سیر اعلام النبلاء (42/3)

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کے رہنے والے تھے، بعد میں آپ بصرہ چلے گئے اور خراسان کی جنگ میں تقریباً 64ھ کو شہید ہوئے۔

قبر پر کھجور کی تازہ شاخوں کی وجہ سے عذاب میں کمی والی روایت آپ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میری قبر میں دو شاخیں رکھ دینا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کرمان اور قومس (علاقوں کے نام) کے درمیان ایک صحرا میں وصال فرمایا۔ لوگ کہنے لگے کہ آپ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر میں دو شاخیں رکھنا مگر یہ ایسا علاقہ ہے جہاں سبزہ نہیں ہے۔ اسی دوران بجستان سے ایک قافلہ آیا، ان کے پاس کھجور کی کچھ شاخیں تھیں۔ تدفین کرنے والوں نے ان میں سے دو شاخیں لے کر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر میں رکھ دیں۔

تاریخ بغداد (195/1)

﴿تشریح﴾

اس حدیثِ پاک میں تین چیزیں قابلِ غور ہیں۔ پہلی یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو نمازِ عشاء مؤخر کر کے پڑھنا پسند تھا۔ یہاں تاخیر سے مراد تہائی رات تک دیر لگانا ہے، کیونکہ عشاء کا مستحب وقت تہائی رات سے پہلے تک ہی ہے جسے صاحب ھدایہ نے "باب المواقیت" میں بیان کیا ہے۔ حضور ﷺ عشاء کی نماز کو پڑھنا تو اسی وقت میں پسند فرماتے تھے مگر رؤف رحیم نبی ﷺ نے امت پر کرم فرماتے ہوئے اس کو ابتداء وقت میں ہی ادا فرمایا۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِی لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ اَوْ نِصْفِہٖ

سنن الترمذی (1/234)

اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو انہیں عشاء کی نماز رات کے تہائی یا نصف رات تک تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء، صحابہ کرام اور تابعین نے عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب سمجھا ہے۔ ترمذی کی اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو اختیار عطا فرمایا ہے، جس چیز کو چاہیں واجب فرما دیں اور جس کو چاہیں معاف کر دیں۔

دوسری چیز یہ کہ حضرت ابو برزہ اسلمی نے فرمایا: عشاء کی نماز جس کو تم عتمہ

کہتے ہواس کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریعت میں اس نماز کا نام عشاء ہے مگر بدوی لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اونٹنی دھونے کے وقت کی نماز۔خیال رہے کہ نماز کے وہی نام لینے چاہییں جوشریعت نے مقرر کیے ہیں۔ظہر کو پیشی،عصر کو ڈیگر،مغرب کو شام اور عشاء کو خفتاں کہنا،جیسا کہ پنجاب میں مروج ہے،بُرا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج1،ص357)

تیسری چیز یہ کہ حضور ﷺ کی اس پسند کی گویا وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ عشاء کے بعد قصہ گوئی وغیرہ کو ناپسند فرماتے تھے۔اگر کوئی گفتگو وغیرہ ہو تو نماز سے قبل ہی اس کو سمیٹ لینا چاہیے اور نماز کے بعد فوراً سونے کی تیاری کی جائے۔

عشاء کے بعد دنیاوی غیر ضروری باتیں مکروہ ہیں البتہ دینی جلسے اور دینی کتب وغیرہ کا مطالعہ منع نہیں ہے،لیکن جلسوں کو اتنا طویل کر دینا کہ صبح فجر نہ پڑھی جا سکے یہ بھی ممنوع ہے۔عشاء سے قبل سونے کو بھی حضور ﷺ ناپسند فرماتے تھے۔یہ سونا اس صورت میں ہے کہ جب کوئی نماز کے لیے اٹھانے والا نہ ہو اور اگر ایسے سویا کہ عشاء کی نماز فوت ہوگئی تو یہ حرام ہے۔(العیاذ باللہ)

☆☆☆☆☆☆

جماعت میں شریک نہ ہونا

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ، فَیُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ، فَیُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ، فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوتَهُمْ، وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُهُمْ، اَنَّهٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِینًا، اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ، لَشَهِدَ الْعِشَاءَ

صحیح البخاری (131/1)

ترجمہ .... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پس لکڑیاں اکٹھی کی جائیں، پھر میں نماز کا حکم دوں اس کے لیے اذان دی جائے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں وہ لوگوں کی امامت کروائے پھر میں ان لوگوں کا قصد کروں (جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے) اور ان پر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر اُن میں سے کوئی یہ جان لے کہ وہ تھوڑے سے گوشت والی ہڈی پائے گا یا اچھے سے بکری کے کھر پائے گا تو (وہ اس لالچ سے) عشاء کی نماز میں حاضر ہو جائے۔

راوی کا تعارف

آپ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

﴿تشریح﴾

جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کے گھروں کو ان سمیت آگ لگادوں۔ نبی دو عالم ﷺ سراپا رحمت، سراپا اخلاق، تارکین جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔

جماعت کیساتھ نماز نہ پڑھنے والے کو سخت وعید﴾

اس حدیث سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جماعت میں شامل نہ ہونے کے بارے میں کتنی سخت وعید ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے لیکن جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی جمعہ اور جماعت سے اعراض کرتے ہوئے اور اس کے حق کو حقیر سمجھتے ہوئے اور ان میں سستی کرتے ہوئے حاضر نہیں ہوتا وہ جہنمی ہے۔

(ترمذی، باب ماجآء فیمن یسمع الندآء فلا یجیب)

ایک حدیثِ پاک میں ارشادِ نبوی ہے: صرف منافق ہی جماعت سے پیچھے رہتا ہے۔

(مسلم، کتاب المساجد، باب صلاۃ الجماعۃ)

یہ تو جماعت کیساتھ نماز نہ پڑھنے والے کو وعید ہے، اندازہ کریں کہ جو نماز

پڑھتے ہی نہیں ان کے بارے کتنی سخت سزا ہو گی۔قرآنِ مقدس میں بیان ہے کہ جہنمیوں سے جنتی سوال کریں گے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۞

{ المدثر:42،43۔}

تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی (جہنمی جواب دیں گے) ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جماعت کیساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ (الھدایہ)

دیگر علماء کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب کے قریب ہے۔قرآنِ مقدس میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وارکعوا مع الراکعین (البقرۃ43)

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے تنہا پڑھنے سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

(ترمذی،باب ماجآء فی فضل الجماعۃ)

ایک دوسری روایت جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے فضیلت رکھتا ہے۔

(بخاری، باب فضل صلاۃ الجماعۃ)

مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے پانچ فوائد بیان کیے ہیں جن کا یہاں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

۞...... پہلا فائدہ مذکورہ بالا حدیث والا ہی ہے۔

۞...... ہوسکتا ہے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہ ہو اور جماعت میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ ہو جس کی وجہ سے سب کی قبول ہو جائے۔

۞...... بعض لوگ قرائت صحیح نہیں کرتے اور اعتدال سے رکوع و سجود نہیں کرتے، تنہا نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز ناقص یا باطل ہوگی اور جماعت کے ساتھ نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

۞...... جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی شخص پر بے نمازی ہونے کی تہمت نہیں لگائی جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص اللہ رب العزت کا فرمانبردار ہے اور کون شخص نافرمان ہے۔

۞...... اس سے مسلمانوں کو اجتماعی زندگی میں تقویت ملے گی، وہ ایک دوسرے کے دکھ، درد، صحت و بیماری، خوشی و غمی اور خوشحالی و افلاس پر مطلع ہو سکیں گے اور ایک دوسرے کے کام آنے کے مواقع میسر آئیں گے۔

(تفسیر تبیان القرآن)

امت پر تخفیف.........

تَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیهِمَا، وَلَا یُصَلِّیهِمَا فِی الْمَسْجِدِ، مَخَافَةَ اَنْ یُثَقِّلَ عَلٰی اُمَّتِهِ، وَکَانَ یُحِبُّ مَا یُخَفِّفُ عَنْهُمْ

ترجمہ﴾......ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور امت پر بوجھ کے اندیشہ سے ان دو رکعتوں کو مسجد میں ادا نہیں فرماتے تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ اپنے امتیوں پر تخفیف پسند فرماتے تھے۔

صحیح البخاری (121/1)

راوی کا تعارف﴾

آپ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

تشریح﴾

حضور ﷺ کے اس وصفِ جمیل کو اللہ رب العزت نے قرآنِ مقدس میں اس طرح بیان فرمایا:

لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَحِیْمٌ

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول ﷺ تم میں سے گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

{التوبۃ:128۔}

"عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: یعنی تمہارا دشواری اور دکھ میں پڑ جانا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا گمراہ ہو جانا۔ قتیبہ نے کہا: وہ چیز رسول اللہ ﷺ پر شاق ہے جو تم کو دشواری میں ڈال دے اور تم کو دکھ پہنچائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کوئی عمل چھوڑ دیتے تھے جبکہ آپ اس عمل کو پسند کرتے تھے، اس اندیشہ سے کہ لوگ اس عمل کو شروع کر دیں اور پھر ان پر فرض کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی چاشت کے نوافل (ہمیشگی سے) نہیں پڑھے اور میں یہ نوافل پڑھتی تھی۔

صحیح البخاری (50/2)

حضور ﷺ اپنی پسند کو ترک فرما کر امت کے لیے آسانی کا پہلو نکال رہے ہیں کہ کہیں میرے عمل کی وجہ سے ان پر یہ فرض نہ ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو امروں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان کو اختیار فرمایا جب کہ وہ گناہ نہ ہوتا۔

صحیح البخاری (30/8)

میرے کریم ﷺ نے آسانی والا معاملہ اختیار فرمایا تا کہ میری امت مشقت میں نہ پڑ جائے اور حضور ﷺ نے اس کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسانی کرو، تنگی نہ کرو، سکون دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

صحیح البخاری (30/8)

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

نوٹ﴿.....شروع میں مذکور حدیث میں جو عصر کے بعد نوافل پڑھنے کا ذکر ہے، وہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔اس حدیث کی شرح میں صاحب عمدۃ القاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ظہر کے بعد والی دو رکعتیں کسی مصروفیت کی وجہ سے رہ گئیں تھیں جو آپ نے عصر کے بعد ادا فرمائیں۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا ہماری اگر یہ رکعتیں رہ جائیں تو ہم اس وقت میں ادا کر سکتے ہیں تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔

حضور ﷺ نے امت کو اس وقت میں نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے دو (اوقات میں) نمازوں سے منع فرمایا ہے، فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج (دو نیزے کی مقدار) چڑھ آئے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح بخاری شریف 128/1)

☆☆☆☆☆☆

...... مستحاضہ کے حق میں پسندیدہ امر ......

عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ، فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا، فَقَدْ مَنَعَتْنِي الصِّيَامَ وَالصَّلَاةَ؟ قَالَ: أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَتَلَجَّمِي قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَاتَّخِذِي ثَوْبًا قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ: أَيَّهُمَا صَنَعْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ، فَإِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ فَقَالَ: إِنَّمَا هِيَ رَكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي، فَإِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، أَوْ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا، وَصُومِي وَصَلِّي، فَإِنَّ ذٰلِكِ يُجْزِئُكِ، وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِي، كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ وَكَمَا يَطْهُرْنَ، لِمِيقَاتِ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ، فَإِنْ قَوِيتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ، ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ حِينَ تَطْهُرِينَ، وَتُصَلِّينَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ تُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ، وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ، وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، فَافْعَلِي، وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الصُّبْحِ وَتُصَلِّينَ، وَكَذٰلِكِ فَافْعَلِي، وَصُومِي إِنْ قَوِيتِ عَلَى ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ۔

ترجمہ

حضرت حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے بہت زبردست حیض آتا تھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر پایا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بہت زیادہ حیض آتا ہے، اس نے مجھے روزے اور نماز سے بھی روک دیا ہے، پس آپ مجھے اس بارے میں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تیرے لیے روئی (کی گدی) رکھنے کا طریقہ بیان کرتا ہوں کیونکہ یہ خون کو چوس لیتی ہے۔ انہوں نے عرض کیا وہ اس سے زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگام کی طرح کپڑا باندھ لیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لگام کے نیچے) کپڑا رکھ لیا کرو۔ وہ عرض کرنے لگیں: وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے، میں تو خون میں بہ جاتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں، ان میں سے جو کر لوگی تمہارے لیے جائز ہوگا اور اگر تم دونوں کر سکتی ہو تو تم بہتر جانتی ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے حرکت ہے بس تو اپنے آپ کو چھ یا سات دن حائضہ شمار کرو جیسا کہ اللہ رب العزت (اور تیرے) علم میں ہے، پھر غسل کر لو۔ جب (یہ سمجھو کہ تم حیض سے) پاک ہو گئی ہو تئیس یا چوبیس راتیں نماز پڑھو اور روزے رکھو یہ تمہارے لیے کافی ہے اور ان عورتوں کی طرح کرو جن کو وقت پر حیض آتا ہے اور وہ مقررہ وقت پر پاک ہو جاتی ہیں، پس اگر تو اس بات پر قادر ہے کہ ظہر کو مؤخر کرو اور

عصر کو جلدی، پھر جب تم پاک ہو جاؤ تو غسل کرو اور ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھو۔ پھر مغرب کو مؤخر کرو اور عشاء کو جلدی، پھر غسل کرو اور دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھو اور اسی طرح غسل کر کے صبح کی نماز پڑھو اور اسی طرح کرتی رہو اور روزے رکھتی رہو اگر تم ایسا کر سکو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ طریقہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔

سنن الترمذی(1/189)

راوی کا تعارف

حضرت حمنہ بنتِ جحش بن ریاب ﷞۔ آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ آپ ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش ﷞ کی بہن ہیں، اس طرح یہ رسول اللہ ﷺ کی خالزنہ (سالی) ہیں۔ ان کی والدہ امیمہ بنتِ عبدالمطلب ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی ہیں، اسطرح یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بھی ہیں۔ آپ حضرت مصعب بن عمیر ﷜ کے نکاح میں تھیں، حضرت مصعب غزوہ احد میں شہید ہو گئے، اس کے بعد آپ حضرت طلحہ بن عبید اللہ ﷜ کے نکاح میں آئیں۔ آپ بھی غزوہ احد میں شریک ہوئیں، آپ وہاں پیاسوں کو پانی پلانا، زخمیوں کو اٹھانا اور ان کی مرہم پٹی کا کام سرانجام دیتی تھیں۔ آپ کا شمار "مقلون فی الحدیث" میں ہوتا ہے۔

تشریح

اس حدیثِ پاک میں حضور ﷺ نے مستحاضہ کے لیے وضاحت کے ساتھ اس کی تمام حالتوں کو بیان فرما دیا اور اپنا پسندیدہ امر بھی فرمایا۔

سب سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ مستحاضہ کس کو کہتے ہیں:

حیض/ماہواری (Menses\Catamenia) کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ اگر تین دن سے کم آئے یا دس دن سے بڑھ جائے تو اوپر والے ایام استحاضہ کے ہوں گیا اور اس عورت کو مستحاضہ کہتے ہیں۔

اب مستحاضہ عورت دو طرح کے احوال سے خالی نہیں۔

پہلی حالت ﴾...... یہ کہ وہ اپنے حیض کے ایام سے واقف ہے اور اس کو پہنچانتی ہے (کہ وہ آتے وقت سیاہ رنگ کا ہوگا اور جاتے وقت زرد رنگ کا ہوگا) تو اس حالت میں جبکہ وہ اور استحاضہ میں امتیاز کر سکتی ہو تو پھر وہ مذکورہ بالا حدیث پر عمل کرے گی اور اگر مستحاضہ کے لیے ایامِ حیض متعین ہوں، مثلاً استحاضہ سے پہلے اس کے حیض کی حالت متعین تھی کہ اسے چھ یا سات دن حیض آتا تھا پھر وہ مستحاضہ ہوگئی تو وہ ایامِ حیض میں نمازیں ترک کر دے پھر ایامِ حیض گزرنے کے بعد وہ غسل کرے اور ہر نماز کے لیے نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔ مستحاضہ عورت اگر ہر نماز کے لیے غسل کرے تو یہ زیادہ احوط یعنی محتاط ہیا اور اگر ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لے تو بھی جائز ہے اور اگر ایک ہی غسل سے دو نمازیں (قریب کر کے) پڑھ لے تب بھی جائز ہے۔

دوسری حالت ﴾...... یہ ہے کہ خون مسلسل آئے اور ایامِ حیض مقرر نہ ہوں اور خون کے آنے جانے سے بھی حیض کا تعین نہ ہو سکے تو اس وقت وہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت جو کہ دس دن ہے ان کو شمار کرے گی اور ان ایام کے بعد وہ غسل کر کے دیگر معاملات کر سکتی ہے۔

مستحاضہ عورت پاک عورت کی مانند ہوتی ہے وہ دینی، دنیاوی اور ازدواجی

تمام احکام میں پاک عورت کی طرح شریک ہوتی ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب نماز کا وقت شروع ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے خون صاف کرے، وہاں روئی وغیرہ رکھ لے اور پھر وضو کرے۔ اس وضو کے ساتھ ایک وقت کی مکمل نماز ادا کر سکتی ہے اور اگر کسی اور وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے اور ضرورت ہو تو دوبارہ وضو کر لے۔ استحاضہ کے خون کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جب ایک نماز کا وقت ختم ہو جائے تو پہلا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور پھر دوسری نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا پڑتا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ مستحاضہ عورت کو ہر وقتی نماز کے لیے الگ وضو کرنا لازم ہوگا۔

.... محبوب شخصیت ....

عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ، قَالَ: اَبُوهَا۔

سنن الترمذی (190/6)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! مردوں میں سے کون محبوب ہے؟ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ان کے باپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔

راوی کا تعارف

آپ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

تشریح

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہ بن عثمان بن عامر

ہے۔صدیق وعتیق آپ کے القاب ہیں جو آپ کو بارگاہِ رسالتمآب ﷺ سے عطا ہوئے۔ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ گھر کے صحن میں بیٹھے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ جہنم سے آزاد شخص کو دیکھے تو وہ ابو بکر کو دیکھ لے، پس آپ عتیق کے نام سے مشہور ہو گئے۔

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (4/146)

حضرت ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

اللہ رب العزت نے ابو بکر کا نام اپنے نبی کی زبان سے صدیق رکھا ہے۔

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (4/148)

ابو بکر آپ کی کنیت ہے جو آپ کے ایمان، ہجرت، حضور ﷺ کی وفات کے بعد وفات وغیرہ سب کاموں میں اولیت کی وجہ سے ہے۔آپ کی ولادت عام الفیل کے اڑھائی سال بعد ہوئی اور آپ کا وصال ۲۲ جمادی الثانی کو ہوا۔آپ واحد صحابی ہیں جن کے باپ سے پوتے تک چار نسلیں صحابیِ رسول ﷺ ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی 142 احادیث مروی ہیں۔آپ کا شمار مقلون فی الحدیث میں ہوتا ہے،آپ کی قلت روایت کا ایک سبب ملازمت وصحبتِ رسول ﷺ کو مقدم رکھنا ہے جبکہ دوسرا سبب احادیث کے پھیلاؤ اور تابعین کے سماع، حصول اور حفظِ حدیث کا اہتمام کرنے سے پہلے آپ کا وصال ہے۔

تہذیب الاسماء واللغات (2/182)

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، آپ نے وہ سب اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ کردیے۔ آپ نے سات ایسے غلام آزاد کیے کہ جن کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں، ان میں حضرت بلال، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، نہدیہ اور ان کی بیٹی، بنی المؤمل کی لونڈی اور ام عبیس رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (4/148)

آپ رضی اللہ عنہ وہ باکمال شخصیت ہیں کہ آپ افضل الخلق بعد الانبیاء (مخلوق میں انبیاء کے بعد سب سے افضل) ہیں، حتیٰ کہ آپ جمیع صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی افضل ہیں۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلے جانشین اور خلیفہ بلافصل ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، قَالَ: اَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنن الترمذی (6/47)

ترجمہ ﴾...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں ہم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اہلِ زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی اور ہمنشین (صحابی) ہیں۔ بلا شبہ تمہارے

صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ رب العزت نے اپنا خلیل بنایا ہے۔

صحیح مسلم(1855/4)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام شدائد میں سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاون و مددگار اور دشمنوں کی متحدہ قوتوں کے سامنے بھی یعنی تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے اور ہجومِ مصائب کو اس راہِ محبت میں کبھی حائل اور مانع نہیں ہونے دیا۔ اس جانثاری سے مسرور ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ کر دیا سوائے ابو بکر کے کہ ہم پر ان کا احسان ہے کہ اللہ رب العزت انہیں اس کا بدلہ قیامت کے دن عطا فرمائے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابو بکر کے مال نے نفع دیا، اگر میں اہلِ زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن تمہارے صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ کے خلیل ہیں۔

سنن الترمذی(50/6)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس نے جنازہ کی اتباع کی ہے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے آج مسکین کو کس نے کھلایا ہے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ پھر آپ نے پوچھا آج تم میں سے کس نے کسی مریض کی عیادت کی؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں

نے ۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں یہ اوصاف جمع ہوں گے وہ شخص جنتی ہوگا۔

صحیح مسلم(4/1857)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کی ایک طویل فہرست ہے جس کو احاطۂ تحریر میں لانا کسی کے بس کی بات نہیں، لہٰذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اول سینائے ما
ہمت او کشت ملت را چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر وقبر

.... مرادِ رسول ﷺ ....

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِاَبِیْ جَهْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: وَكَانَ اَحَبُّهُمَا اِلَيْهِ عُمَرُ۔(هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ)

سنن الترمذی(5/617)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ! ان دو آدمیوں ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اسکے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔راوی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو عمر بن خطاب زیادہ محبوب تھے۔

راوی کا تعارف

آپ کا نام عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل القرشی العدوی ہے۔آپ کی ولادت ہجرت سے تقریباً دس سال قبل ہوئی اور وفات 73ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی،آپ نے تقریبا 84 سال عمر پائی۔آپ نے اپنے والدِ گرامی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی فرمائی۔انہوں نے اکثر غزوات میں شرکت فرمائی۔آپ کا شمار مکثرون فی الحدیث میں ہوتا ہے۔آپ سے 2630 احادیث مروی ہیں۔

(تدریب الراوی)

آپ اپنے دور کے شیخ الحدیث تھے اور حد درجہ سنت پر عمل کرنے والے تھے۔حضرت زبیر بن بکر فرماتے ہیں کہ:حضرت ابنِ عمر جو کچھ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے سنتے تھے اسے زبانی یاد کرلیا کرتے تھے اور جب کبھی مجلس میں حاضری نہ ہوتی تو حاضرین سے باتیں پوچھ لیا کرتے تھے،آپ رضی اللہ عنہ حد درجہ سنت کی پیروی کرنے والے تھے اور ہر اس مسجد میں نماز ادا فرماتے جس میں حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔آپ رضی اللہ عنہ ہر سال حج کیا کرتے اور اسی راستے سے اپنی سواری لیجاتے جس راستے نبی کریم ﷺ اپنی سواری کو لے جایا کرتے تھے اور عرفات میں اسی جگہ قیام فرماتے جہاں رسول اللہ ﷺ قیام فرماتے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ)

ایک درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا تھا آپ اس کو پانی دیا کرتے تھے کہ وہ سوکھ نہ جائے۔

تہذیب الاسماء واللغات (279/1)

حضرت عمر بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے تھے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

اس محبت کے رشتے کے ساتھ ساتھ آپ کا خاندانی بھی حضور ﷺ سے رشتہ تھا کہ آپ کی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زوجہ تھیں۔

مناقبِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک روایت میں سرکار دو عالم ﷺ نے ان دو اشخاص کے لیے کچھ اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ! ان دو آدمیوں عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے جو تمہیں زیادہ پسند ہے اس سے دین کو عزت عطا فرما۔ امام ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: ان دونوں میں سے اللہ رب العزت کو حضرت عمر بن خطاب پسند تھے۔

لیکن جو روایت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: اللّٰھم اید الاسلام بعمر

''الاصابہ'' کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے تین دفعہ آپ کا نام لیا۔

الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ (4/486)

عمرو بن ہشام ابوجہل کا نام تھا اور یہ دونوں قریش میں بہت قوی تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوجہل ان کفار میں سے تھا

کہ جن کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "ختم اللّٰہ علی قلوبھم" لہٰذا قبولیت دعا کی اس کے حق میں گنجائش نہ تھی، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھی کیونکہ ان پر سے بعض حجابات مرتفع نہ ہوئے تھے اور وہ کسی خاص وقت کے ساتھ موقوف تھے۔

(مدارج النبوۃ، ج2، ص357)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق دعا اس لیے کی گئی تھی کہ ان کے ذریعے اسلام کو قوت حاصل ہو۔ آپ سے قبل انتالیس مسلمان ہوئے تھے اور آپ چالیسویں تھے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: آپ کے تاخیر سے اسلام قبول کرنے میں حکمت دین کی قوت کا اظہار تھا اور یہ کہ چالیس کا عدد مکمل ہو، کیونکہ اس عدد کی تکمیل میں ایک عظیم تاثیر پنہاں ہے۔ واللہ اعلم

(مدارج النبوۃ، ج2، ص357)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے پھر واقعی اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا اس وقت مسلمان چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ آپ نے بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہم حق پر ہیں۔ عرض کی کہ ہم پھر چھپ کر عبادت کیوں کریں۔ آپ مسلمانوں کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خود آگے آگے چلتے حرم میں داخل ہوئے اور وہاں علی الاعلان سب نے حرمِ کعبہ کی سرزمین پر نیلگوں آسمان کے نیچے آزادانہ طور پر اپنے رب کے حضور سجدہ کیا۔ جس دن سے آپ نے اسلام قبول کیا اسی دن سے آپ اسلام کی سربلندی اور تقویت کے

لیے کمر بستہ ہو گئے اور پھر آخری ایام تک اس مساعیِ جمیلہ میں اپنی تمام تر صلاحتیں اور توانائیاں صرف کرتے رہے۔آپ کے دورِ خلافت میں اسلامی حدود کو تقویت کے ساتھ ساتھ وسعتیں بھی میسر آئیں اور یہ حدود بائیس لاکھ مربع میل تک پھیل گئیں۔

آپ کا نام اور نسب عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزّٰی بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب قرشی رضی اللہ عنہ ہے، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے۔آپ کی ولادت عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی اور 23ھ کو مدینہ منورہ مسجدِ نبوی شریف میں شہادت ہوئی۔آپ کا شمار متوسطون فی الحدیث (وہ صحابہ کرام جن سے ایک ہزار سے کم اور پانچ سو سے زائد احادیث روایت کی گئی ہوں) میں ہوتا ہے۔آپ کی مرویات کی تعداد 539 ہے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین وغیرہ میں شریک ہوئے۔صلح حدیبیہ کیلیے حضور ﷺ آپ کو بھیجنا چاہتے تھے مگر پھر بعد میں حضرت عثمان غنی کو بھیجا گیا۔

اسد الغابۃ (145/4)

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الہدی
تیغ مسلول ِشدت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆☆

.... حبيبة حبيب الله ....

عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ قَالَ: اَبُوهَا

سنن الترمذی (6/190)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا۔ پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں میں سے کون محبوب ہے؟ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ان کے باپ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔

راوی کا تعارف﴾

آپ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

مناقب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا﴾

ام المؤمنین، ام عبداللہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہم۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پہ رکھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہجرت سے نو سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ صغرسنی میں ہی آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور آپ رضی اللہ عنہا تقریباً اٹھارویں یا انیسویں نمبر پر مسلمان ہوئیں۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں سبز ریشمی کپڑے میں لپٹی سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دکھائی گئیں اور فرمایا گیا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان چیزوں پہ فخر فرمایا کرتی تھیں جو

باقی عورتوں کے مقابلے صرف ان کو ہی عطا ہوئیں کہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو ان کی صورت دکھائی اور عرض کی کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہ فرمائی، جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو حضور کا سر مبارک سیدہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا، حضور ﷺ انہی کے حجرہ میں مدفون ہوئے، جب حضور ﷺ ان کے بستر میں ہوتے تو وحی آجایا کرتی (برخلاف دوسری ازواج کے)، ان کی پاکی کا بیان آسمان سے ہوا اور یہ حضور ﷺ کے پہلے خلیفہ کی بیٹی ہیں۔

تہذیب الاسماء واللغات (2/351)

اللہ رب العزت نے آپ رضی اللہ عنہا کو بلا کا حافظہ، علم، فقاہت اور صواب رائے عطا فرمایا تھا۔

وقال عروة: ما رايت احدا اعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ، طب اور اشعار میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(اسد الغابۃ 7/186)

قال ابو بردة بن ابی موسی الاشعری، عن ابیه: ما اشكل علينا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم حديث قط فسالنا عائشة عنه إلا وجدنا عندها منه علم۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم صحابہ کرام پر کوئی بھی حدیث مشکل ہوتی تو ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو آپ کو اس کے بارے علم ہوتا۔

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (35/23)

وقال عطاء بن ابی رباح: کانت عائشة من افقه الناس واحسن الناس رایا فی العامة

حضرت عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے بڑی فقیہہ اور سب سے اچھی رائے والی تھیں۔

اسد الغابہ (186/7)

قَالَ الزُّهْرِيُّ: لَوْ جُمِعَ عِلْمُ عَائِشَةَ إِلَى عِلْمِ جَمِيعِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمِ جَمِيعِ النِّسَاءِ لَكَانَ عِلْمُ عَائِشَةَ أَفْضَلَ

ترجمہ ﴾...... امام زہری فرماتے ہیں: اگر تمام ازواج النبی ﷺ کا علم اور دیگر تمام عورتوں کا علم جمع کر لیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ وسیع ہے۔

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (1883/4)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: لوگ اپنے تحائف بھیجنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کی تلاش کرتے رہتے تھے، یعنی جس دن حضور ﷺ ان کے گھر ہوں۔ ایک دن میری رقیبات (سوتنیں) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! بیشک لوگ اپنے ہدایا بھیجنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ڈھونڈتے رہتے ہیں اور ہم سب خیر کا ارادہ رکھتی ہیں، جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خیر کا ارادہ رکھتی ہیں۔ آپ حضور ﷺ سے عرض کریں کہ حضور لوگوں کو ہدایت فرمائیں کہ وہ جہاں ہوں وہاں تحائف بھیجا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے

حضور سے عرض کیا۔ آپ نے ان سے رخ پھیر لیا۔ پھر جب ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے دوبارہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میری ہم جولیاں کہتی ہیں لوگ اپنے تحائف بھیجنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے منتظر رہتے ہیں لہٰذا آپ لوگوں سے فرمادیں کہ آپ جہاں بھی ہوں وہاں تحائف بھیجا کریں۔ جب تیسری مرتبہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا! عائشہ کی باری میں مجھے اذیت نہ پہنچانا، کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی دوسری کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

سنن الترمذی (704/5)

بخاری کی ایک روایت جس کی راویہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، فرماتی ہیں: لوگ کوشش کرتے تھے کہ میری باری کے دن بارگاہِ رسالت ﷺ میں اپنے تحفے پیش کریں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی ان کے ساتھ رضا تلاش کرتے تھے۔

صحیح البخاری (155/3)

لوگ اپنے تحائف کیوں نہ سیدہ رضی اللہ عنہا ہیں کے حجرہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو پیش کرتے جبکہ تحفۂ خداوندی (وحی) بھی دیگر ازواج کے مقابلہ میں صرف ان کے بستر پاک میں آتی تھی۔ گویا صحابہ کرام کا رجحان قلبی سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہی کی طرف اتفاقی نہ تھا بلکہ من جانب اللہ تھا۔

اس مقام پر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوب بات فرمائی کہ: لوگ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو سیدہ پاک رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت ہے ان کے ذریعہ سے جو ہمارا تحفہ حضور ﷺ تک پہنچے گا وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں زیادہ قبول ہوگا۔ اب بھی

مسلمانوں کو چاہیے کہ جو ایصالِ ثواب حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر کریں تو سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کا واسطہ ضرور اختیار کریں، ان کا نام ضرور لیا کریں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کے اعظم فضائل میں سے ان کے لیے حضور اکرم ﷺ کا بہت زیادہ محبت فرمانا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ: ''اسلام میں سب سے پہلی محبت جو پیدا ہوئی وہ حضور ﷺ کی محبت سیدہ پاک رضی اللہ عنہا سے ہے۔'' اسی لیے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ان رجلا نال من عائشة رضی اللہ عنہا عند عمار بن یاسر، فقال: اعزب مقبوحا منبوحا اتوذی حبیبة رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

اسد الغابة (186/7)

ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے ناشائستہ الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: بد بخت مردود! دور ہو جا۔ تو نبی پاک ﷺ کی محبوب زوجہ کو اذیت دیتا ہے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جن کا شمار سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں ہوتا ہے، آپ جب بھی سیدہ رضی اللہ عنہا کی کسی حدیث کو روایت کرتے تو یوں کرتے:

حدثتنی الصادقة ابنة الصّدیق حبیبة حبیب اللّٰه

''مجھ سے صدیقہ بنتِ صدیق اور حبیب اللہ کی حبیبہ نے بیان کیا۔''

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (233/8)

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار مکثرون فی الحدیث میں ہوتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہا سے 2210 احادیث مروی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن خطاب اور کثیر صحابہ اور بے شمار تابعین رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔آپ رضی اللہ عنہا نے 17 رمضان المبارک 58ھ کو مدینہ پاک میں وصال فرمایا۔آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق رات کو آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔مدینہ پاک کے باسی کہتے ہیں کہ ہم نے اس رات سے زیادہ کبھی اتنے لوگ رات کو نہیں دیکھے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذن امنوا ربنا انك رؤف رحیم

...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ......

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيُّ، عَنْ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: يَا مُعَاذُ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ، فَقَالَ: " أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ " وَأَوْصَى بِذَلِكَ مُعَاذٌ الصُّنَابِحِيَّ، وَأَوْصَى بِهِ الصُّنَابِحِيُّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ۔

سنن ابوداود (86/2)

ترجمہ﴾......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا

ہوں۔ پھر فرمایا: اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کہنا کبھی نہ بھولنا: اللّٰھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔

تہذیب الکمال اور مسندِ بزار میں اس حدیث کو اسطرح نقل کیا گیا ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم! میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: معاذ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کہنا کبھی نہ بھولنا: اللّٰھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت حضرت صنابجی کو کی، انہوں نے ابوعبدالرحمن حبلی کو، انہوں نے حضرت عقبہ بن مسلم کو۔

(مسند البزار 7/105، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال 28/111)

یہ حدیثِ مسلسل ہے۔ حدیثِ مسلسل وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، تدلیس سے پاک ہو اور جس کی روایت میں ایک خاص عبارت یا فعل کا تکرار ہو اور ہر راوی اوپر والے راوی سے اس فعل یا عبارت کو نقل کرتا ہو، یہاں تک کہ وہ سند نبی کریم ﷺ تک پہنچ جائے۔ جیسے کہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انی احبك۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے لے کر آگے جتنے بھی راویوں نے یہ حدیث بیان کی تو اپنے سننے والے کو یہی کہا: انی احبك۔

آپ کی ولادت 20ق م اور وصال و تدفین 18ھ کو اُردن میں ہوا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے اور بیعتِ عقبہ ثانیہ کے ستر انصار میں آپ بھی شامل تھے۔ انہوں نے بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن والوں کی طرف قاضی اور رہبر بنا کر روانہ فرمایا۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن جانے کے لیے سواری پر سوار ہوئے تو حضور ان کی سواری کے ساتھ ساتھ چلنے لگے (یہ حضور کی شانِ بندہ نوازی ہے) اور فرمایا: اے معاذ! شاید اس سال کے بعد ہماری ملاقات نہ ہو اور تو میری قبر پر ہی آئے۔ یہ سن کر آپ رسول اللہ ﷺ کے فراق میں رونے لگے۔

سیر اعلام النبلاء (443/1)

حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں چار لوگوں نے قرآنِ پاک کو جمع کیا اور وہ چاروں انصاری تھے: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید احد رضی اللہ عنہم۔

آپ رضی اللہ عنہ ان چھ مفتیانِ کرام میں بھی شامل تھے جو حضور ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ عظیم مجتہد اور محدث تھے۔ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں اپنی بیوی سے دو سال غائب رہا اور جب میں واپس آیا تو وہ حاملہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کے سنگسار کرنے کا مشورہ لیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے پاس اس عورت کو سزا دینے کا تو ثبوت ہے مگر اس رحم میں جو ہے اس کے بارے میں نہیں۔ اسے اس وقت تک چھوڑ دیں جب تک کہ وہ بچہ جن نہ لے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو

چھوڑ دیا۔ عورت نے ایک بچہ جنا۔ بچے نے اپنا چہرہ لیا تو اس آدمی نے اس کو پہچان لیا اور کہا: اللہ کی قسم! یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورتیں جناب معاذ رضی اللہ عنہ جیسا بچہ جننے سے قاصر ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (111/28)

ایک دفعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کی حالت میں پایا تو آپ رضی اللہ عنہ بھی حضور کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے۔ جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ نے سابقہ نماز مکمل کی۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا: یہ آپ نے کیا کیا کہ سجدہ کیا اور رکعت نہیں پڑھی؟ آپ نے فرمایا: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جس حال میں رسول اللہ کو دیکھوں تو میں آپ کی موافقت کروں۔ اس نے اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ اس پر خوش ہوئے اور فرمایا: یہی تمہارے لیے سنت ہے۔

سیر اعلام النبلاء (451/1)

آپ سے نبی کریم ﷺ کی 157 احادیث مروی ہیں۔

تہذیب الاسماء واللغات (98/2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت میں سب سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے۔

الروض الانیق فی فضل الصدیق (ص:3،

کتبِ احادیث اور کتبِ تراجم میں آپ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

----------- داہنی جانب -----------

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ، فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ"

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے اور ہر کام میں دائیں جانب سے شروع کرنا پسند تھا۔

صحیح البخاری (45/1)

راوی کا تعارف

آپ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

تشریح

نبی کریم ﷺ تمام فعلی امور میں دائیں جانب کے مقدم کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ سوائے ان افعال کے کہ جن میں شرعاً قباحت ہے۔ جیسے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، استنجاء کرتے اور رینٹھ صاف کرتے وقت وغیرہ وغیرہ۔ قرآنِ مقدس میں بھی اللہ رب العزت نے جنتیوں کی صفت ''دائیں جانب والے'' اور جہنمیوں کی صفت ''بائیں جانب والے'' ذکر کیا ہے۔

(سورۃ واقعہ)

شریعتِ اسلامیہ میں یہ ایک مستقل قاعدہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کا تعلق عزت وتکریم اور تزئین وشرف سے ہو اس کی ابتداء دائیں جانب سے ہونی چاہیے۔ یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرینِ قیاس ہے۔ دائرہ کی گردش داہنی طرف سے ہوتی ہے اور طوافِ کعبہ میں حجرِ اسود چومنے کے بعد داہنے چلتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس

بات کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: کھانے اور پیتے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرو۔ حضرت ابوبکر بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے دادا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے وہ دائیں ہاتھ کے ساتھ کھائے اور جب پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا اور پیتا ہے۔

صحیح مسلم (1598/3)

حضور انور ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع فرمایا۔

عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا ہے۔

صحیح مسلم (1598/3)

حضور ﷺ کے مذکورہ بالا حکم کی اہمیت پر دلیل کے طور پر ایک حدیث پیش ہے کہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ،

فَقَالَ: "كُلْ بِيَمِينِكَ"، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ: "لَا اسْتَطَعْتَ"، مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھایا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے (اپنی اکڑ اور کافرانہ تہذیب کی وجہ سے) کہا میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی استطاعت نہیں رکھے گا۔ اس شخص کو تکبر نے اس سے روکا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ کی طرف نہ اٹھا سکا۔

صحیح مسلم (3/1599)

اصحابِ فضل وشرف کے نزدیک ... مِ اخلاق اور سیرتِ حسنہ کی مناسبت کی وجہ سے آدابِ اسلامیہ میں سے انتہائی صاف ستھری حالتوں اور باعزت کاموں کے وقت دائیں جانب کو ہی خاص کیا جاتا ہے۔

.... سفید لباس ....

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ

سنن الترمذی (4/414)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ بہت پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

راوی کا تعارف

سَمُرہ بن جندب بن ھلال بن حریج الفزاری رضی اللہ عنہ۔ آپ بصرہ میں رہتے تھے کہ

آپ کے بچپن میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی والدہ بصرہ سے مدینہ پاک آ گئیں۔ آپ کو غزوہ احد کے لیے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے ان کو اجازت دے دی، اس طرح آپ نے احد سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ واپس بصرہ تشریف لے گئے۔ جب زیاد بصرہ کا والی مقرر ہوا تو آپ کوفہ چلے گئے اور پھر چند عرصہ قیام کے بعد واپس بصرہ آ گئے اور تقریباً 59ھ کو آپ کا وصال بصرہ میں ہی ہوا۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دورِ رسالت میں چھوٹا تھا تو میں حضور ﷺ کی احادیث کو زبانی یاد کر لیا کرتا تھا، پس میری بات کا کبھی رد نہیں کیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہاں مجھ سے عمر میں بڑا شخص نہ ہوتا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مقلون فی الحدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد 123 ہے۔ امام حسن بصری، امام ابنِ سیرینؒ اور دیگر فضلاءِ بصرہ رحمہم اللہ آپ کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے۔ امام ابنِ سیرین فرماتے تھے کہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا وہ رسالہ جو انہوں نے اپنے بیٹے کو لکھ کے دیا تھا اس میں بہت زیادہ علم ہے۔

تشریح

حضور ﷺ سفید لباس پہننے کو پسند رکھتے تھے اور فرماتے کہ حسین ترین لباس سفید کپڑوں کا ہے، چاہیے کہ تم میں سے اسے زندہ لوگ بھی پہنیں اور اپنے مُردوں کو بھی اس کا کفن دیں۔

(مدارج النبوت جلد 2، ص 253)

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو، یہ غلط ہے۔ ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اور اچھے کپڑے سفید ہیں۔

(مراۃ المناجیح)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر رنگوں کے کپڑے پہننا ناجائز ہیں، احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے سیاہ عمامہ شریف باندھا یا سرخ دھاری دار جوڑا زیبِ تن فرمایا۔ دیگر رنگ استعمال کرنا اور احادیث میں ان کا ذکر بیانِ جواز کے لیے ہے، البتہ اس حدیثِ پاک میں سفید رنگ کا کپڑا پہننا بیانِ استحباب یعنی مستحب کے لیے ہے۔

﴿﴾......سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھو لیا جاتا ہے جبکہ رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے۔

﴿﴾ سفید کپڑا زیبِ تن کرنے سے گرمی کی شدت کا کافی کم احساس ہوتا ہے، کیونکہ سفید کپڑا سورج کی گرم شعاعوں کو جذب کر کے منعکس (Reflect) کر دیتا ہے۔

مولانا محمد شہزاد ترابی نے اپنی تصنیف ''سنتِ مصطفٰی اور جدید سائنس'' میں لکھا ہے کہ: سفید لباس پہننے سے انسان جلدی گلینڈز کا ورم، پسینے میں مسامات کا بند ہونا، جلدی الرجی اور ہائی بلڈ پریشر جیسی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

روزنامہ اوصاف 08-03-2019 کے ایک آرٹیکل میں ایک نہایت ہی حیرت انگیز انکشاف کا ذکر کیا گیا ہے کہ: سائنسدانوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی میں

ہونے والے جانی نقصان پر جو تحقیقات کیں ان سے یہ حیرت انگیز انکشاف بھی ہوا کہ جو لوگ سفید اور کھلے لباس میں ملبوس تھے یا سفید ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے ان کے جسم اور سر کو کم نقصان پہنچا۔ اس تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایٹمی جنگ کے موقع پر سفید اور کھلا لباس ایٹمی اسلحہ کی تباہ کاریوں سے بچنے کا سب سے آسان اور سادہ حل ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ لباس بھی سفید تھا، یہاں تک کہ فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو وہ بھی سفید لباس میں ملبوس تھے (جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث میں مذکور ہے)۔

سائنسدانوں نے آج سفید لباس کی حکمت، اہمیت اور فضیلت دریافت کی جبکہ نبی کریم ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی اپنے عمل اور قول سے اس کو واضح فرمادیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کامیابی و کامرانی کے حصول اور تباہی و بربادی سے بچنے کا دائمی راستہ اسوہ رسول ﷺ میں ہی ہے۔

پسندیدہ لباس

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ اَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ

سنن الترمذی (289/3)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ لباس قمیص تھا۔

راوی کا تعارف

حضرت ھند بنت ابوامیہ بن مغیرہ بن عمرو مخزومیہ قرشیہ رضی اللہ عنہا۔

آپ اپنی کنیت "ام سلمہ" سے معروف ہوئیں جو کہ آپ کے بڑے بیٹے سلمہ رضی اللہ عنہ کے نام پہ ہے۔ آپ کے والد ابوامیہ جن کا نام سہیل تھا، وہ بہت زیادہ سخی تھے اور مکہ میں

اپنی سخاوت کی وجہ سے ہی مشہور تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار السابقون الاولون (پہلے اسلام لانے والے) میں ہوتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے خاوند عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو ہجرتیں کیں، پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ پاک کی طرف۔آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند جنگِ احد میں تیر لگنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ خیال کرتی تھی کہ کیا مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اچھا شوہر ملے گا؟ پس اللہ رب العزت نے مجھے ان سے اچھے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت

"انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا" نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ، مولا علی، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اہلِ بیت سے ہوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں ان شاء اللہ۔

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار فقیہہ، عالمہ، فصیحہ اور قاریہ عورتوں میں ہوتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہا مقلون فی الحدیث میں ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا سے 378 احادیث مروی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا وصال 62ھ کو ہوا۔

(الاعلام)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

تشریح

قبل اس کے کہ قمیص کی احادیث پر کچھ جملے کہے جائیں، پہلے ہم احادیث کی روشنی میں نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی ہیئت معلوم کرتے ہیں۔

روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستینیں کلائی تک تھیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد 6، ص 93)

روایت ہے حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مزینہ قبیلہ کی ایک جماعت میں آیا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بٹن کھلے ہوئے تھے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور مہرِ نبوت کو چھوا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد 3، ص 96)

مدارج النبوت میں شیخ صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک میں تکمے یعنی گھنڈیاں (کپڑے یا دھاگے کا مدور بٹن جس سے کرتے کے گریبان کو بند کرتے ہیں) لگی ہوئی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا گریبان گردن کے دائیں اور بائیں جانب تھا جس سے قمیص پہنتے اور اتارتے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ والی سابقہ روایت کے موقع پر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سینے کی جانب گریبان والی قمیص زیبِ تن فرمائی تھی جس

کے تکمے کھلے ہونے کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی مہرِ نبوت کو لگایا تھا۔ لہٰذا دونوں طرح کے گریبان والی قمیص پہننا جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قمیص پہنتے وقت دائیں جانب سے شروع فرماتے تھے۔

(ترمذی شریف)

کتبِ حدیث جیسا کہ طبرانی ونسائی وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے شلوار بھی خرید کر زیبِ تن فرمائی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شلوار قمیص پہنا کرتے تھے۔

پینٹ شرٹ کے مقابلے شلوار قمیص ہلکی پھلکی ہونے کے ساتھ ساتھ دورانِ نماز یا دیگر حالات میں ستر کو مکمل طور پر آسانی سے ڈھانپنے والی ہوتی ہے۔ پینٹ شرٹ پہننے والے افراد کو اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ دورانِ نماز بار بار اپنی شرٹ کو نیچے کھینچ کر اپنے ستر کو ڈھانپ رہے ہوتے ہیں جو عام طور پر دورانِ سجدہ کھل جاتا ہے اور سجدہ کو جاتے ہوئے بھی اگر یہ پینٹ کو اپنی رانوں کی جانب نہ کھینچیں تو سجدہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس شلوار قمیص استعمال کرنے والے آسانی سے نماز کے تمام ارکان ادا کر سکتے ہیں۔

خوش قسمتی سے ہمارے ملکِ عزیز پاکستان کا قومی لباس بھی شلوار قمیص ہے، لیکن اس کے ساتھ افسوس یہ بھی ہے کہ فی زمانہ شلوار قمیص کے مقابلے پینٹ شرٹ سَستی ہے۔ بعض لوگ اس کے سستا ہونے کی وجہ سے اور اکثر فیشن کے طور پر اس کو استعمال کرتے ہیں اور شلوار قمیص کو ترک کر دیتے ہیں، لیکن اگر اس کو پیارے آقا ﷺ کی سنت اور پسند سمجھ کر پہنا جائے تو اس کا پہننا بھی اجر و ثواب کا باعث ہو گا۔

.... پسندیدہ مشروب ....

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ کو تمام پانیوں میں سے میٹھا اور ٹھنڈا پانی زیادہ پسند تھا۔

سنن الترمذی (3/371)

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الشَّرَابِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: الْحُلْوُ الْبَارِدُ

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا پانی بہتر ہے؟ فرمایا: میٹھا اور ٹھنڈا۔

سنن الترمذی (3/372)

راوی کا تعارف

آپ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

تشریح

ان روایات میں میٹھے سے دو قسم کا پانی مراد ہے:

یا تو وہ میٹھا جو کھارے / نمکین کے مقابلے میں ہوتا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لیے "سقیا" سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا، کہا گیا ہے کہ وہ ایک چشمہ ہے کہ اس کے اور مدینہ پاک کے درمیان دو دن کی راہ ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج6، ص75)

چونکہ اس دور میں مدینہ پاک کے پانی میں ہلکی سی نمکینی تھی، تو یہ بئر سقیا جو بقول شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے چھتیس میل کی مسافت پر ہے، یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میٹھا پانی لے جایا جاتا تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دور دراز فاصلہ سے میٹھا پانی اس قدر لاتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وہی پانی پیتے تھے۔

یا اس سے وہ پانی مراد ہے جو کسی میٹھی چیز کے ملانے سے میٹھا اور شیریں بنایا گیا ہو۔ جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم صبح شام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بنایا کرتی تھیں۔ نبیذ بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ کھجور یا منقّی کو کوٹ کے پانی میں ڈال کر رکھ دیتے ہیں تا کہ پانی شیریں ہو جائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی میں شہد ملا کر نوش فرمانا بھی منقول ہے۔ اس نبیذ میں عظیم نفع ہے۔ شہد ملا ہوا پانی یا شہد کو ناشتے میں چاٹنا بلغم کو چھانٹتا ہے، معدے کے حمولات کو دھوتا اور اس کو لزوجت (چپچپاہٹ) سے پاک وصاف کرتا، اس کے فضلات کو دور کرتا، اعتدال کے ساتھ معدے کو گرم کرتا اور جوڑوں کو کھولتا ہے۔ ٹھنڈا پانی سرد تر ہے جو گرمی کو کاٹتا اور صحت کی حفاظت کرتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شاگرد سے فرمایا: اے فرزندِ من! پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو، کیونکہ ٹھنڈے پانی سے دل کی گہرائیوں سے شکر ادا ہوتا ہے۔

پسندیدہ گوشت

عن ابی عبید قال طبخت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدرا، وقد کان یعجبہ الذراع فناولتہ الذراع ثم قال ناولنی الذراع فناولتہ ثم قال: ناولنی الذراع فقلت: یا رسول اللہ وکم للشاۃ من ذراع؟ فقال: والذی نفسی بیدہ لو سکتّ لناولتنی الذراع ما دعوت۔

الشمائل المحمدیۃ للترمذی (ص:108)

حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (ایک دفعہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ہانڈی پکائی۔ آپ کو بازو (کا گوشت) بہت پسند تھا۔ سو میں نے آپ ﷺ کو (کھانے کے لیے) بازو پیش کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے (اور) دو۔ میں نے دوسرا بازو بھی پیش کر دیا۔ پھر فرمانے لگے مجھے (اور) بازو دو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! بکری کے کتنے بازو ہوتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم کس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تو خاموش رہتا تو تُو بازو پر بازو دیتا چلا جاتا جب تک میں مانگتا رہتا۔

راوی کا تعارف

آپ اپنی کنیت "ابوعبید" سے ہی مشہور ہیں، آپ کا اصل نام معلوم نہیں ہوسکا البتہ آپ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں۔ اکابر کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے حال میں ایک قسم کی پوشیدگی اور خفا ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں ہے۔

﴿تشریح﴾

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو کا گوشت (لذت کی وجہ سے) پسند تھا، لیکن چونکہ آپ کو گوشت گاہے گاہے میسر آتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے، اس لیے اس کی طرف رغبت فرماتے تھے۔

الشمائل المحمدیہ للترمذی (ص:108)

بازو کے گوشت کو عام طور پر ''دستی کا گوشت'' کہا جاتا ہے۔ اس میں چھترے (پنجابی زبان میں عام طور پر اسے رَیشہ کہتے ہیں، جو گوشت کھاتے وقت دانتوں میں پھنس جاتی ہے) نہیں ہوتے۔ اس کے عمدہ اور لذیذ ہونے کی ایک وجہ علماء کرام نے یہ بھی بتائی ہے کہ یہ گندگی یعنی پیشاب و گوبر سے دور ہوتا ہے۔

اس گوشت میں چھترے نہ ہونے کی وجہ سے یہ جلد ہضم ہو جاتا ہے۔

.... پسندیدہ سبزی ....

عَنْ اَبِی طَالُوتَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ يَاكُلُ الْقَرْعَ وَهُوَ يَقُولُ: يَا لَكِ شَجَرَةً مَا اُحِبُّكِ اِلَّا لِحُبِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكِ

سنن الترمذی (348/3)

حضرت ابو طالوت فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو وہ کدو کھا رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے درخت! تیری کتنی شان ہے، تو مجھے کس قدر محبوب ہے (اور یہ محبت صرف) اس لیے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت کرتے تھے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ فِي الصَّحْفَةِ، يَعْنِي الدُّبَّاءَ، فَلَا اَزَالُ اُحِبُّهُ

سنن الترمذی (3/348)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم کو دیکھا ایک پیالہ میں سے کدو (کے ٹکڑے) تلاش کر رہے تھے، اس وقت سے میں کدو کو پسند کرتا ہوں۔

راوی کا تعارف﴾

﴿﴾......عبد السلام بن ابی حازم شداد العبدی، ابو طالوت البصری ۔آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔آپ کی وفات تقریباً 160ھ کو ہوئی۔

﴿﴾......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔

کدو شریف کے فوائد﴾

وٹامن سی سے بھرپور اس سبزی کو لوکی بھی کہا جاتا ہے۔یہ سبزی لمبی اور گول شکل میں پائی جاتی ہے۔کدو کو مختلف طریقوں سے استعمال کرنے سے بے شمار طبی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔لوکی وٹامنز اور منرلز کا مجموعہ ہے، جبکہ اس میں 92 فیصد پانی اور 0 کیلوریز پائی جاتی ہیں۔احادیث نبوی میں بھی کدو کے استعمال سے حاصل ہونے والے فوائد ذکر کیے گئے ہیں۔

﴿﴾......حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارے لیے کدو موجود ہے کہ جو دماغ کو بڑھاتا ہے"۔

......ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کدو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ: مجھے مخاطب کرتے ہوئے طبیبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جب خشک گوشت پکاؤ تو اس میں کدو ڈال کر اضافہ کرلیا کرو کیونکہ یہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے۔

دیگر تحقیقی فوائد

......کدو ایک ہلکی غذا ہے جو خود جلدی ہضم ہو جاتا ہے اور اس دوران کسی قسم کی مشکل پیدا نہیں کرتا، خود جلدی ہضم ہونے کے ساتھ دوسری غذاؤں کو ہضم کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔

......بخار کے مریضوں کے لیے بے حد مفید ہے اور ان کو آرام اور سکون مہیا کرتا ہے۔

......کدو کے چھلکے کا پانی نچوڑ کر عرقِ گلاب میں ملا کر کان میں ڈالنے سے وہاں کے ورم کم ہو جاتے ہیں۔

......کدو پیاس بجھاتا ہے، جگر کی گرمی اور صفرا (ایک زرد رنگ کا مادہ جو معدے میں پیدا ہوتا ہے، یہ کھانے کے ساتھ مل کر اسے ہضم کرتا ہے اور اگر یہ زیادہ ہو جائے تو بدہضمی ہو جاتی ہے) کو دور کرتا ہے۔ پیشاب لاتا اور پیٹ کو نرم کرتا ہے۔

......کدو کے پانی کی کلیاں کرنے سے مسوڑھوں کا ورم جاتا رہتا ہے اور اس کا چھلکا پیس کر کھانے سے آنتوں اور بواسیر سے آنے والا خون بند ہو جاتا ہے۔

......روغن کدو کو آج سے نہیں بلکہ پرانے حکماء برسوں سے دماغ کی

خشکی، بلڈ پریشر اور اعصاب کے کھچاؤ میں استعمال کروا رہے ہیں۔

یہ تو وہ سرکارِ دو عالم کی پسند کے چند فوائد ہیں، باقی عشاق کا یہ طرہ ہے کہ چاہے کوئی فائدہ نظر آئے یا نہ آئے محبوب کی ہر پسند ہی ان کی پسند ہوا کرتی ہے۔

.... بردِ یمانی ....

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ

متفق علیہ، الشمائل المحمدیۃ للترمذی (ص:72)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں یمنی چادریں اوڑھنا سب سے زیادہ پسند تھا۔

راوی کا تعارف ﴿

آپ کا تعارف سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

تشریح ﴿

اَن سلے کپڑوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر پسند تھی اور از روئے رنگ کے یمنی چادر پسند فرماتے تھے۔ یمن کے تیار کردہ کپڑوں میں سے ایک قسم کے سوتی کپڑے کا نام "حبرۃ" ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ یہ چادر زینت عطا کرتی ہے اور اچھی لگ کر جی کو خوش کرتی ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی یہ لفظ اچھا لگنے اور خوشی کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

"فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فهم فی روضة یحبرون"

تو وہ جو ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے وہ باغ (جنت) میں مسرور ہوں گے۔"

(روم-15)

"ادخلوا الجنة و ازواجکم تحبرون"

ترجمہ ﴾...... حکم ہوگا داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی۔

(زخرف-70)

یہ کپڑا بڑا اچھا ہوتا ہے جس میں دلہنوں کو آراستہ کیا جاتا ہے، اس لیے اسے "حبرہ" کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا بدن مبارک حد درجے کا نرم تھا اور موٹا کپڑا آپ کو تکلیف دیتا تھا۔ اس چادر کی بناوٹ میں مضبوطی ہونے اور آپ کے بدن مبارک کے موافق نرم ہونے کی وجہ سے یہ آپ ﷺ کو زیادہ اچھی لگتی تھی۔ (سوت کی ایک خاصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ) یہ پسینے وغیرہ کو جذب کر لیتی ہے اور سوت میں گرمی کی وجہ سے بدبو بھی پیدا نہیں ہوتی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے کالی چادر تیار کی گئی۔ حضور ﷺ نے وہ پہن لی، جب اس میں پسینہ آیا تو اس سے اون کی بو محسوس کی تو اسے الگ فرما دیا۔

(مشکوۃ شریف، کتاب اللباس)

حضور ﷺ بہت ہی طیب و طاہر اور لطیف طبیعت کے مالک تھے اور یمنی چادر حضور ﷺ کی طبیعت پاک کے موافق تھی۔ اس "بردِ یمانی" کے نقش اور ہیئت کے بارے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا رنگ سادہ سفید بھی ہوتا

ہے اور سبز و سرخ دھاری والا بھی۔ بخاری کی ایک روایت جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کا جب وصال ہوا تو ایک یمنی چادر کے ساتھ آپ کو لپیٹا گیا۔

(بخاری۔ باب البرود والحبرۃ والشملۃ)

اس حدیثِ پاک کے تحت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: وہ چادر ہلکی سبز تھی جس پر سرخ دھاریاں تھیں۔ صاحب مدارج النبوت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے کہ: حضور ﷺ "حرہ" پہننے کو پسند فرماتے تھے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ: حرہ، یہ ایک قسم کی چادر ہے جس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ پھر آگے جا کر فرماتے ہیں کہ یہی وہ چادر شریف ہے جو "بردِ یمانی" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ اس سے خالص سرخ ہونا مراد نہیں ہے جس کی مخالفت کی گئی ہے۔

(مدارج النبوۃ، جلد 2)

اس بردِ یمانی کا ذکر اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک کلام میں فرمایا ہے:

لاہو مکھ تو مخطط بردِ یمن
من بھانوری جھلک دکھلاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جو حمرا وادی سن کریاں

☆☆☆☆☆☆

مصادر و مراجع

القرآن الکریم
بخاری شریف
صحیح مسلم
ترمذی شریف
سنن ابی داود
تفسیر تبیان القرآن
صفوۃ التفاسیر
ریاض الصالحین
مسند بزار
مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح
شمائل محمدیہ لترمذی
دلائل النبوۃ
مدارج النبوت
شفاء شریف
تہذیب الاسماء واللغات
سیر اعلام النبلاء
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
الاصابہ فی تمیز الصحابہ
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
تدریب الراوی
الھدایہ
تاریخ بغداد
تاریخ اربل

☆☆☆☆☆☆☆